© rasailojaraid.com

نوع انسانی کی بہتری کے لیے قوموں کا باہمی تعاون

اور

برطانوی وزیر خارجہ کی ایک تقریر

قرآن مجید نے انسانی زندگی کو زندگی بنانے کے لیے فرمایا: اور (دیکھو) نیکی (البرّ) اور خدا سرشاری (تقویٰ) کی باتوں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، اور پاپ اور ظلم کی باتوں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔" (المائدہ: ۲) یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان اخلاقی اور مذہبی طور پر کسی ایسے گروہ کا ساتھ نہیں دے سکتا جس کا رشتہ بدی سے استوار ہو اور وہ مخلوق خدا کو اپنے جور و ستم کا نشانہ بنا رہا ہو۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنی علمی و عملی کوتاہیوں کے باوجود، عمومی طور پر مظلوم قوموں کا ساتھ دیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا اعتراف کرنے میں تاریخ نے بھی کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ آج اسرائیل کے ہاتھوں، عرب دنیا بالعموم اور اہل فلسطین بالخصوص جو دکھ اٹھا رہے ہیں، وہ عہد حاضر کا ایک ایسا المیہ ہے جس کے ماتم میں اب وہ لوگ بھی شریک ہو رہے ہیں، جنھوں نے اسرائیل کو معرض وجود میں لانے کے لیے عرب دنیا کو پے بہ پے دھوکے دیئے ہیں۔ لیکن اسی اسرائیل کی ایک عدالت میں اس بات کا کھل کر اعتراف کیا گیا کہ یہودیوں کو اپنے دور ابتلا میں ہمیشہ مسلم ممالک میں پناہ ملی ہے حتیٰ کہ دوسری عالمگیر جنگ میں جب نازی فوجیں یورپ کو تاراج کرتی ہوئیں پولینڈ میں داخل ہوئیں تو ریشمن نامی نازی لیڈر نے پولینڈ کے یہودیوں سے کہا کہ وہ ایک بھاری تاوان ادا کر کے اپنی جان بچا کر جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں، اس کے جواب میں یہودیوں نے ترکی جانے کی اجازت مانگی۔ یہ بیان ۱۹۶۵ء میں اسرائیلی عدالت میں ایک پولش یہودی نے دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا۔

بنی نوع انسان کے ساتھ مسلم جماعت نے اپنے دور عروج میں جو حسن سلوک روا رکھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بنیادی طور پر ایک اخلاقی جماعت ہے اور روحانی پاکیزگی (تزکیۂ نفس) کو پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی آفاقی دعوت کا بنیادی رکن قرار دیتی ہے۔ (البقرہ: ۱۲۹' ۱۵۱) یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اخلاقی پاکیزگی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ اخلاقی جماعت زندگی اور کائنات کے بارے میں ایک صحت مند نقطۂ نظر رکھتی ہے۔ اس نقطۂ نظر کا سرچشمہ قرآن مجید اور اسوۂ رسول ﷺ ہے۔

علامہ اقبال نے اپنے معروف انگریزی خطبات میں ایک جگہ لکھا ہے کہ قرآن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں خدا اور کائنات سے انسان کے باہمی رشتوں کے بارے میں ایک پاکیزہ شعور پیدا کرنا چاہتا ہے۔ (پہلا خطبہ ص ۷) رسول کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور تعلیمات بھی اسی پاکیزہ شعور کو بیدار دیکھنا چاہتی ہیں۔ آپ نے ایک حدیث میں فرمایا: "ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ خدا کی نگاہ میں وہی عزیز تر ہے جو اس کے کنبہ کے لیے بہتر حسن سلوک روا رکھتا ہے۔"[۱] چنانچہ انسان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور اس کا مداوا کرنا عبادت ہے۔ خواہ یہ انسان کوئی بھی مذہبی عقیدہ رکھتا ہو۔[۲] یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے کہا ہے کہ "دنیا کے دکھ درد میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔"[۳] چنانچہ لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کسی مسلمان بھائی کو مصیبت سے نجات دلانا۔

قرآن مجید نے ایک کامیاب زندگی کا راز بتاتے ہوئے مزید فرمایا: خدا انہی لوگوں کے سامنے ادراک حقیقت کی نئی نئی راہوں کو کھولتا ہے جو اس کی راہ میں جدوجہد سے کام

---

۱ المشکاہ، کتاب البرّ (الخلق عیال اللہ، احبھم ابرّھم لعیالہ)

۲ صحیح البخاری میں یہ تصور واضح طور پر موجود ہے کہ اللہ کے دکھی بندوں سے تغافل برتنا دراصل خدا سے تغافل برتنا ہے۔ مثلاً پڑوسی کا خیال نہ رکھنا' بیماروں' بھوکوں اور پیاسوں کی خبر نہ رکھنا دراصل خدا سے دور رہنا ہے۔

۳ "المسلم والکافر سواء فی مصاب الدنیا"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیتے ہیں۔" (العنکبوت : ۶۹) چنانچہ خدا' کائنات اور انسان کے باہمی رشتے کے بارے میں قرآن کا دیا ہوا یہی وہ پاکیزہ شعور تھا جس نے خدا سرشاری (تقویٰ) جہد مسلسل عقل اور تجربہ کی بنیادوں پر ایک صحت مند تمدن کی تخلیق میں مرکزی کردار ادا کیا۔ حتیٰ کہ دور انحطاط میں بھی مسلم جماعت انسانی فلاح کے اس بلند نظریہ سے دست بردار نہیں ہوئی۔ مکاتیب شیخ محبّ اللہ میں ہے کہ داراشکوہ نے اپنے ایک مکتوب میں الہ آباد کے' جہاں وہ گورنر تھے' معروف صوفی دانشور محبّ اللہ الہ آبادی سے پوچھا کہ "ہندوؤں کے بارے میں کیا حکم ہے؟" "وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور عدل و انصاف کے مستحق!" حضرت شیخ نے جواب میں کہا۔

القصہ قرآن مجید اور اسوۂ رسول ﷺ نے مسلمانوں کو انسانی وقار کے تحفظ کی جو بار بار تاکید کی ہے' مسلمانوں نے اسے اپنے دور انحطاط میں بھی کلی طور پر فراموش نہیں کیا۔ دور اول کے مسلمانوں کو جب کبھی دوسری قوموں نے جو خود فریب نفس میں مبتلا تھیں' خود فریبی میں مبتلا کرنے کی سعیٔ لاحاصل کی' تو انہیں بتایا گیا کہ "نجات نہ تو تمہاری تمناؤں پر موقوف ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوؤں پر' جو شخص بھی برے کام کرے گا' اسے اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ خدا کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔" (النسآ : ۱۲۳)

اہل تفسیر نے ان آیات کریمہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان اور اہل کتاب' ایک جگہ اکٹھے تھے۔ تو ہر ایک نے (مسلمان' یہودی اور نصاریٰ) یہ دعویٰ کیا کہ ان کی جماعت کے سوا کوئی آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں اور ان تمام لوگوں کو جو تمناؤں میں الجھائے گئے تھے۔ بتایا گیا کہ "وہی مرد یا عورت جنت میں داخل ہوں گے۔ جو ایمان اور عمل صالح کی دولت رکھتے ہیں۔"[۴]

۴ ملاحظہ ہو' قرطبی: احکام القرآن' (قاہرہ) ے ۱۹۴۳ء' ج ۵' ص ۳۹۶
رشید رضا: تفسیر المنار (بیروت) ۵/ ۴۳۰-۴۳۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاید یہی وجہ ہے کہ پروفیسر آربری نے قرآن مجید کے پیغام کو بیان کرتے ہوئے لکھا: ”ہمیں اس بات سے بخوبی آگاہ رہنا چاہیے کہ قرآن ایسے وقت پر نازل کیا گیا جب یونانی اور رومی تہذیبیں مکمل طور پر مردہ ہو چکی تھیں۔ یہودیت اور نصرانیت شکست خوردہ مذاہب کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ تعلیمات قرآن کا شکریہ کہ ان کی بدولت تاریخ میں عرب پہلی قوم ہے جو تہذیبوں کی حیات و ممات کے راز سے پوری طرح آگاہ ہوئی۔ نیا دین جو کسی معنی میں بھی نیا دین نہیں تھا۔ بلکہ اسی حقیقت کا ظہور تھا۔ جو ہمیشہ سے کائنات میں جلوہ گر رہی ہے اور جسے انسان نے اس لیے فراموش کر دیا تھا کہ وہ ماضی کی سنگین غلطیوں سے اجتناب کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس نے خدا کی مشیت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ نیز یہ کہ کائنات میں انسان کے مقام کو اپنے مغرورانہ رویہ سے فراموش کر دیا تھا۔ غرضیکہ یہ حقیقت ایسے سنہری اور ناقابل فساد عہد میں آشکارا ہوئی۔ جو خدائی مقصد کے لیے وقف ہو چکا تھا۔“(۵)

قرآن مجید نے واضح اور غیر مبہم لفظوں میں مسلمانوں کو بتایا کہ اس عرصۂ ہستی میں صرف ایمان اور عمل صالح ہی ہیں جن کے بغیر زندگی زندگی کہلانے کی مستحق نہیں۔ ایک بلند نصب العین، عمل صالح اور مسلسل جدوجہد ہی سے کاروان حیات ہمیشہ منزل کی طرف بڑھتا ہے اور ستارے اس کی گرد راہ بنتے ہیں۔ لیکن آج مسلم اور عرب دنیا اپنی روحانی و فکری روایات سے تغافل برتتے ہوئے ہر دم مغربی قیادت کا نقش قدم لینے اور ”گرد راہ“ بننے کے لیے تیار رہتی ہے اور طرفہ تماشہ یہ ہے وہ اس ذہنی غلامی کے باوجود اپنے آپ ہی کو ”نجات یافتہ“ بھی تصور کرتی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے، جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے، صاف طور پر بتایا ہے: ”نجات نہ تو تمہاری تمناؤں پر موقوف ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو شخص بھی برے کام کرے گا۔ اسے اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ خدا کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ (النسآء: ۱۲۳)

۵　The Holy Koran, An Introduction, London, 1953, P.30

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہو گا کہ تاریخ مذہب میں قرآن کریم پہلی آسمانی کتاب ہے جس نے یہ اعلان کیا کہ نجات (Salvation) پر کسی خاص نسلی یا مذہبی گروہ نے اپنے لیے حقوق محفوظ نہیں کرائے۔ بلکہ جو آدمی بھی اللہ' یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور نیک کام کرتا ہے۔ قیامت کے دن اسے نہ کوئی ڈر ہو گا اور نہ ہی کوئی غم۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان الذین آمنوا والذین هادوا والنصری والصابئین من آمن بالله والیوم آلاخر وعمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم لاخوف علیهم ولاهم یحزنون" (البقره:٦٢)

لیکن ایک وقت کے بعد جب مسلمانوں کی نگاہ سے قرآن مجید کا پیغام اوجھل ہوا اور خدا اور کائنات سے ان کا رشتہ کمزور پڑا تو اب ایمان' عمل صالح' جدوجہد' صبر و تحمل' اظہار رائے کی آزادی اور عقل و خرد کی جگہ تقلید و جمود اور رسوم پرستی نے لے لی اور علم کلام نے جو یونانی افکار سے متاثر تھا' قرآنی الفاظ و معانی کی تفہیم کے لیے نئے نئے سانچے تراشے' یہ سانچے اور نئے نئے اصطلاحی معنی بہ ظاہر کتنے ہی جاذب نظر کیوں نہ ہوں' لیکن وہ مسلمانوں کی معنوی زندگی میں وہ ذوق و شوق' وہ جذب و مستی اور وہ ولولہ و جذبہ پیدا نہ کر سکے' جس نے مسلمانوں کو کبھی شاہراہ عمل پر گامزن کر دیا تھا اور انہوں نے تاریخ کے دھارے کو بدل کر ایک نیا فکری اور اخلاقی انقلاب برپا کیا تھا۔ بے شبہ آج بھی ہزاروں افراد ایسے ہیں' جن کی زندگی خدا ترسی' راست بازی' نگاہ کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی سے عبارت ہے' انہوں نے وقت کے ہر فتنہ و ابتلاء کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور اپنے آتشیں نفس سے ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں کو منزل کا پتہ دیا اور کڑے وقت میں ان کے ویران دل و دماغ میں امید و اعتماد کے دیے جلائے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک فکری اور سیاسی جماعت کی حیثیت سے وقت نے مسلمانوں کو تاریخ کے سٹیج کے پیچھے دھکیل دیا ہے۔ کیوں کہ محض بلند بانگ دعووں' بے عملی' ہوا و ہوس اور تقلید و جمود سے زندگی کے مسائل حل نہیں کئے جا سکتے' چنانچہ وہی ہوا' جو ہونا چاہیے تھا کہ مسلمان نہ صرف فکری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیادت سے محروم ہوئے۔ بلکہ اپنے ہی گھروں میں دوسروں کے غلام بن کر رہ گئے۔ لیکن سیاست حاضرہ کی دل فریبیوں کی داد دیجیے کہ مسلمان ابھی تک اس کے فریب جلوہ سے باہر آنے کے لیے تیار نہیں۔

اقبال کا کہنا ہے کہ یونانیوں کے زیر اثر مسلم بصیرت (Vision) قرآنی پیغام کے ادراک میں ابہام کا شکار ہوئی اور اس نے دو سو سال تک عربوں کے عملی مزاج کو اپنے طور پر آگے بڑھنے سے روکے رکھا (انگریزی خطبات، ص ۱۰۴)۔

ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں کہا: "یہ صورت حال مسلمانوں کے عام دماغی تنزل کا قدرتی نتیجہ تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ قرآن کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ تو کوشش کی کہ قرآن کو اس کی بلندیوں سے اس قدر نیچے اتار لیں تاکہ ان کی پستیوں کا ساتھ دے سکے۔" (دیباچہ ص ۳۲)

آج مسلم اور عرب دنیا کو خدا نے ایک اور موقعہ دیا ہے کہ وہ قرآن کے پیغام سے سرشار ہو کر ایک بار پھر تاریخ کے سٹیج پر آئے اور تلاش حق میں بھٹکنے والے انسان اور ایٹمی ہتھیاروں کے خوفناک وجود سے سہمی ہوئی دنیا کو امن و آشتی کا آسمانی نغمہ سنائے۔ آج پوری دنیا سمٹ کر ایک عالمی گاؤں (Global Village) بن گئی ہے اور وسائل ابلاغ کی حیرت ناک ترقی نے انسان اور انسان کے درمیان زمان و مکان کے پردوں کو چاک کر دیا ہے۔ وہ مشرق کے کسی گمنام زاویہ میں بیٹھا ہوا مغرب کے کسی بھی حصے میں بسنے والے انسان کی نقل و حرکت، اور اس کے مذہبی، سیاسی، فلسفیانہ افکار کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اس نئی صورت حال نے مسلم اہل نظر کے سامنے سعی و نشاط کی نئی نئی راہوں کو کھول دیا ہے۔ اب وہ اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے دنیا کی مختلف قوموں اور قبیلوں کی روایات، رجحانات، ثقافتوں اور مذہبی عقائد و رسومات کا آسانی سے مطالعہ کر کے دوسری قوموں کے ساتھ کامیاب افہام و تفہیم کا رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کے موثر کردار کے ساتھ ساتھ پوری انسانی جماعت میں ایک صحت مند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احساس بھی اجاگر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کی مختلف تہذیبوں اور قوموں کو مل کر روئے زمین پر امن و آشتی اور انسانی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا چاہیے۔ تعاون کی یہی ایک راہ ہے، جس پر چل کر آج ہم قدرتی آفات اور روحانی پاکیزگی سے عاری انسان کے اپنے بپا کردہ فساد کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً جہاں کہیں اکثریت اپنی نفرتوں اور تاریخی تعصّبات سے شکست کھا کر اقلیتوں پر ظلم ڈھاتی ہے اور طاقت کے نشے میں امن و صلح اور رواداری کی ہر اپیل کو ٹھکراتی ہے، وہاں اقوام متحدہ کے ذریعہ اس مفسد اور جارحیت پسند اکثریت کو اپنی من مانی کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔

اس عالمی تعاون کی ایک مثال یوگوسلاویہ کی سرب اکثریت کا وہ مغرورانہ اور بیمار رویہ ہے، جس نے سارے اخلاقی ضابطوں کو پامال کر کے پہلے بوسنیا کے مسلمانوں اور اب البانیہ کی لسانی اقلیت کو اپنے وحشیانہ عزائم کا شکار بنایا ہے۔ اگر اقوام متحدہ اور نیٹو کی طاقتیں یوگوسلاویہ کا ہاتھ نہ پکڑتیں تو پتہ نہیں یورپ کی اس بدنصیب سرزمین پر اور کتنا انسانی خون بہتا۔ چنانچہ دنیا کے ہر حصے میں امن و آشتی کو برقرار رکھنا اور فسطائی طاقتوں کو آگے بڑھنے سے روکنا، آج پوری انسانی جماعت کا عالمی مسئلہ بن گیا ہے اور مقامِ شکر ہے کہ دنیا کی ہر مذہبی و سیاسی جماعت اس مشترکہ انسانی مفاد کے لیے کام کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال برطانیہ کے وزیر خارجہ کی وہ مشہور تقریر ہے، جو آپ نے ۸ راکتوبر ۱۹۹۸ء کو لندن میں اسماعیلی سنٹر کی ایک تقریب میں کی ہے۔ مسٹر روبن کک (Mr. Robin Cook) نے ''اسلام کے ساتھ جدید مذاکرہ'' کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغرب کو ایک دشمن کی ضرورت ہے۔ سرد جنگ کے خاتمہ پر اب اسلام نے (سابق) سوویت یونین کی جگہ لے لی ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ''مختلف تہذیبوں کے درمیان تصادم ناگزیر ہے۔''☆ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ

☆ یہاں برطانوی وزیر خارجہ نے ہنٹنگٹن (Huntington) کے ایک مقالہ Clash of Civilization (تہذیبوں کے درمیان تصادم) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہنٹنگٹن نے چند سال پہلے اس مقالہ میں لکھا تھا کہ بنیادی طور پر مغرب کا نظامِ اقدار — انسانی حقوق، کلیسا اور ریاست میں تقسیم، قانون کی حکمرانی اور فلسفۂ انفرادیت — اسلام کے نظامِ اقدار سے مختلف ہے۔ اس لیے ان دو تہذیبوں میں تصادم ضروری ہے۔

بے شبہ اسلام مغرب کے فلسفۂ انفرادیت کو تسلیم نہیں کرتا، جو بالآخر سرمایہ دارانہ نظام پر منتج ہوا ہے۔ البتہ یہ دعویٰ کہ ان دونوں تہذیبوں کے مزاج میں تصادم ہے، کوئی علمی وزن نہیں رکھتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک بڑی غلطی کا شکار ہیں۔ آج ہمیں اسلام کی ایک دشمن کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے ضرورت ہے۔ کیونکہ اب ہمارے بس سے باہر ہے کہ ہم اسلام کو ایک دشمن کی حیثیت سے دیکھیں۔ بے شک ہم مختلف ثقافتیں، تمدن اور مذاہب رکھتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ہمیں مل کر کام کرنا ہو گا تاکہ یقینی طور پر اس پیش گوئی کو کہ ''تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہے'' ناکام بنا سکیں۔

اس کے برعکس قرآن مجید کا ارشاد گرامی ہے: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے، تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ (الحجرات: ۱۳) اس قرآنی روح کو سامنے رکھ کر ہمارا فرض ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے اور اس تفہیم کو آگے بڑھانے کے لیے مل جل کر کام کریں اور عدم اعتماد اور گھسے پٹے فرسودہ افکار کو توڑ دیں۔''

برطانوی وزیر خارجہ نے اس بات کا کھل کر اعتراف کیا: ''مغرب بہت زیادہ اسلام کا رہین منت ہے۔ مغربی تہذیب کی فکری بنیادوں کا ایک بڑا حصہ اسلام کا عطا کردہ ہے---اگر مغرب نے کبھی سوچا کہ اسلامی ثقافت ایک اجنبی کلچر ہے تو مغرب کی یہ ایک سب سے بڑی غلطی ہوگی۔ کیوں کہ اسلامی تمدن ہمارے لیے اجنبی نہیں ہے۔''

''گذشتہ ہفتے میں نے لیبر پارٹی کی ایک کانفرنس میں کہا تھا کہ ہم جن چیلنجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، ان میں سے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ ہم مسلم دنیا کے ساتھ مثبت تعلقات کیونکر قائم کر سکتے ہیں؟ وزیر خارجہ کی حیثیت سے میرے دماغ میں یہ ایک بنیادی سوال ہے---کیونکہ کہ اسلامی دنیا اور یورپ کے درمیان ان تعلقات کا قیام، اور وہ بھی ہمارے لوگوں کے درمیان از بس ضروری ہے۔ ہمارے اساتذہ، ہمارے آرٹسٹ، ہمارے ماہرین (فن عمارت) فلسفی، اس موضوع پر گفت و گو کریں اور جلد کریں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے (باہمی تعلقات کو استوار کرنے سے) ہمیں بہت زیادہ فائدہ ہو گا۔ اگر ہم ایسا نہ کر سکے، تو ہمیں اتنا ہی زیادہ نقصان ہو گا۔''

برطانوی وزیر خارجہ نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بھی کہا کہ ''ہم برطانیہ کے نوجوان ذہین مسلم شہریوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں، کہ وہ سفارتی ملازمت سے اپنی ملازمت کا آغاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں۔اس میدان میں ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔چنانچہ برطانوی وزارت خارجہ میں متحرک اور فعال برطانوی مسلمانوں کی آمد سے ہم یہ دعویٰ کرسکیں گے کہ ہم نے اپنی خارجہ پالیسی میں موزوں طور پر اسلامی جہت کو بھی شامل کرلیا ہے۔"

برطانوی وزیر خارجہ نے اسماعیلی برادری کی عملی خوبیوں کو خراج ادا کرنے کے بعد کہا:

"ہماری یہ خواہش ہے کہ مغرب اور اسلام دونوں اکٹھے رہ سکتے ہیں ایک دوسرے کو سمجھ کر باہمی اعتماد سے ایک دوسرے سے سیکھ سکتے ہیں۔ہم اپنے الگ تشخص کو کھوئے بغیر اپنی ثقافت کو ترقی دے سکتے ہیں اسماعیلی برادری نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے۔"

برطانوی وزیر خارجہ نے مغرب کے حوالہ سے مسلم کلچر کے بارے میں جو کچھ کہا اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ان سے پہلے برطانوی اور مغربی سکالرز اس بات کا کھل کر اعتراف کر چکے ہیں کہ مغرب نے اسلامی ثقافت سے کس حد تک استفادہ کیا ہے۔پروفیسر آربری پروفیسر روڈی پیرٹ (R. Paret) اور دوسرے اہل علم اس موضوع پر لکھ چکے ہیں۔علامہ اقبال نے بھی اپنے انگریزی خطبات میں اسی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مغربی ثقافت اپنے فکری پہلو میں اسلامی ثقافت کی بعض اہم جہتوں کی ایک ارتقائی شکل ہے:

> "European culture, on its intellectual side, is only a further development of some of the most important phases of culture of Islam". (Reconstruction of Religious Thoughts in Islam, Ed. Saeed Shaikh (Lahore) 1996, P.6)

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی معاشرے میں امن و آشتی کے قیام انسانی حقوق کی بحالی اور انسانی فلاح و بہبود کے لیے مسلمانوں کا دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنا مذہبی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاقی فرض ہے۔ یہاں یہ کہنا شاید بے جا نہ ہو گا کہ ہمارے قدیم فقہائے کرام کی رائے میں مسلم اور غیر مسلم کے باہمی تعلقات جنگ پر نہیں بلکہ امن پر مبنی ہیں۔

دونوں قوموں (مسلم اور غیر مسلم) کے درمیان جنگ کی وجہ جارحیت ہے' اسلام کا انکار نہیں ہے۔ قرآن مجید نے صاف طور پر فرمایا ہے: "جو لوگ تم سے لڑتے ہیں' تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو' مگر زیادتی نہ کرنا' کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (البقرہ: ۱۹۰)۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے لکھا ہے:

۱۔ مسلم اور غیر مسلم کے باہمی تعلقات امن پر مبنی ہیں۔

۲۔ جنگ کا سبب جارحیت ہے۔

۳۔ مسلمان دوسری قوموں سے امن و آشتی کے لیے عارضی یا دوامی معاہدہ کر سکتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ "القتال" لکھا ہے۔ جس میں انھوں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ جمہور علماءؒ (امام ابوحنیفہ' امام مالک اور ابن حنبل) کا یہی مسلک ہے۔ کیوں کہ آیت کریمہ' جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اور دوسری آیت کریمہ "لا اکراہ فی الدین" کا یہی تقاضہ ہے۔ البتہ جو لوگ ان آیات کریمہ کو منسوخ تصور کرتے ہیں ان کا موقف صحیح نہیں ہے۔ ابن تیمیہ نے اپنے ایک دوسرے رسالہ "القبرصیتہ" میں قبرص کے ایک عیسائی حکمران کو لکھا تھا: "ہم ایک (مسلم) قوم ہیں۔ ہم سب کے لیے بھلائی چاہتے ہیں (ایسے ہی) ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اللہ آپ کو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی عطا فرمائے۔ اس لیے کہ اللہ کی سب سے بڑی بندگی' اس کی مخلوق کو بہتر مشورہ دینا ہے۔"

اس خط کے آخر میں ابن تیمیہ نے بتایا کہ جب تاتاری حاکم (قازان خان) نے اپنے ایک حملہ میں ہمارے شہریوں کو قیدی بنایا تو اس نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا اور کہا: "ہم نے قدس (یروشلم) کے عیسائیوں کو قیدی بنایا ہے۔ انہیں رہا نہیں کریں گے۔ لیکن میں نے اس سے کہا کہ تمہارے پاس جو بھی یہودی اور نصرانی قیدی ہیں' یہ سب ہمارے اہل ذمہ ہیں۔ ہم اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر قیدی کو خواہ وہ مسلمان (اہل ملت) ہوں یا یہودی و نصرانی (اہل ذمہ) انہیں رہائی دلائیں گے۔ چنانچہ اس (تاتاری حکمران) نے 'جیسا کہ اللہ نے چاہا' نصاری کو بھی چھوڑ دیا! یہ ہے ہمارا عمل' یہ ہے (اپنے شہریوں سے) ہمارا احسن سلوک' اس کا بدلہ خدا کے پاس ہے۔"

مصری سکالر شیخ محمد ابو زہرہ نے اپنی ایک کتاب "ابن تیمیہ" میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔(۶)

مغرب میں بسنے والے مسلمان اپنی فکری اور روحانی روایات سے سرشار ہو کر نیکی (البرّ) اور خدا سرشاری (تقویٰ) کے کاموں میں اپنے اپنے معاشروں کی دوسری مذہبی جماعتوں (نصاریٰ' یہود' ہندوؤں' بدھوؤں) کے ساتھ مل کر اپنے شہریوں کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مغرب میں کلیسا' خاص طور پر پاپائے روم کا ایک خاص مقام ہے جس کی وجہ سے وہ مشرق میں بھی سماجی فلاح و بہبود کے لیے بڑا کام کر رہا ہے۔ جس کا اعتراف ان لوگوں نے بھی کیا ہے جنہوں نے مغرب کی سیاسی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ کلیسائے روم نے اسلام کو ایک آسمانی مذہب کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے اور اسے ابراہیمی روایت کی ایک کڑی شمار کیا ہے۔ موجودہ پاپائے روم نے اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے مزید کہا ہے کہ قرون وسطی میں مسلمانوں کے خلاف اہل صلیب کی یورش ایک غلطی تھی۔ یہ اعتراف بلند اخلاقی کی ایک عمدہ مثال ہے۔ قرآن مجید نے حضرت مسیحؑ کے پیروؤں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "جنہوں نے (حضرت مسیحؑ کی) پیروی کی' ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحمت ڈال دی۔" (الحدید:۲۷)

ایک دوسرے مقام پر قرآن نے فرمایا کہ "ایمان والوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں' ہم نصاری ہیں' اس لیے کہ ان میں پادری اور رھبان ہیں' اور اس لیے کہ ان میں گھمنڈ اور خود پرستی نہیں ہے۔" (المائدہ:۸۲)

---

۶ ابن تیمیہ' (قاہرہ) ص ۳۷۸-۳۸۴ (پہلا ایڈیشن)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاکسار ابھی تک ان خوش گوار یادوں کو بھلا نہیں سکا، جب ۱۹۸۴ء میں شیکاگو یونیورسٹی میں چند مسلم اساتذہ اور Ph.D. کے امیدوار جمعہ کی نماز چرچ کے ایک احاطے میں ادا کرتے تھے۔ مرحوم ڈاکٹر فضل الرحمان نماز جمعہ کا مختصر خطبہ دیتے، جو مجموعی طور پر مسلم دنیا کے مسائل سے متعلق ہوتا۔ چوں کہ ان کے طرز فکر اور طرز بیان پر کوئی الجھاؤ نہیں تھا، اس لیے ان کے خطبات بھی ان کی تحریروں کی طرح موثر ہوتے۔ ایسے ہی جب کبھی قرآن مجید کے بارے میں کوئی غیر مسلم سکالر مقالہ لکھتا، جو حقائق کے خلاف ہوتا تو ڈاکٹر صاحب سنجیدگی سے اس کا محاسبہ کرتے۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے تھی کہ مشرق و مغرب کے سکالرز مل کر علمی میدان میں بڑا کام کر سکتے ہیں۔

اب کوئی بھی جماعت دنیا سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے ہمیں اپنے فکر و نظر کے روزن کھلے رکھنے چاہئیں۔ تاکہ تازہ ہوا میں سانس لے سکیں اور بہتر طور پر اپنے پیغام کو دوسروں تک ان کی زبان میں پہنچا سکیں۔

آخر میں یہاں اختصار سے ایک فتویٰ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ جو ریاض میں ادارۂ تحقیقات علمی اور افتا کی طرف سے شائع کیا گیا ہے، یہ ادارہ ''علما کی مجلس اعلیٰ'' کی نگرانی میں کام کرتا ہے۔ یہ فتویٰ نمبر ۱۹۴۰۲، ۲۵/ محرم ۱۴۱۸ھ کو جاری کیا گیا ہے۔ ہمیں اس فتویٰ کا انگریزی متن، ہمارے ایک فاضل دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود، اسلام آباد نے فراہم کیا ہے۔

اس فتویٰ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، ذیل میں اس کے چند بنیادی نکات کا خلاصہ دیا گیا ہے:

''اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ روئے زمین پر کوئی دوسرا صحیح مذہب نہیں ہے، اسلام آخری مذہب ہے جس نے پہلے مذاہب اور ان کے عقائد کو منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ اب اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جا سکتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ“ (قرآن، ۳:۸۵)

اس فتویٰ کی پانچویں شق میں کہا گیا ہے: اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اگر کسی یہودی یا نصرانی نے اسلام کو قبول نہیں کیا، اسے ”کافر“ اور اللہ، اس کے پیغمبروں اور مومنوں کا دشمن قرار دیا جائے گا۔ ایسے لوگ اللہ کے فرمان کے مطابق اصحاب جہنم شمار کیے جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا ہے: ”جو لوگ کافر ہیں، یعنی اہل کتاب اور مشرک، وہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے، (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ سب سے بدتر مخلوق ہیں۔“ (البیّنہ:۶)

اس فتویٰ کی شق ۷ میں کہا گیا ہے: کوئی مسلم بائبل یا انجیل کو قرآن مجید کے ساتھ یا انہیں مستقل الگ الگ نہیں چھاپ سکتا۔ کیوں کہ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو ایسی کتاب کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ جن کو قرآن نے منسوخ کر دیا ہے۔ یہ حق اور باطل کو یک جا کرنا ہے۔

یہ فتویٰ دراصل اس اپیل کے جواب میں جاری کیا گیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ تمام آسمانی مذاہب (یہودیت، نصرانیت اور اسلام) کو ایک دوسرے کے قریب آنا چاہیے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ دانش گاہوں (جامعات)، ہوائی اڈوں، پبلک مقامات میں مسجد، گرجا اور یہودیوں کے عبادت گھر پہلو بہ پہلو بنائے جائیں۔ ایسے ہی ان مذاہب کی مقدس کتابوں (تورات، انجیل اور قرآن مجید) کو ایک ہی جلد میں شائع کیا جائے۔

مشرق اور مغرب کے درمیان باہمی افہام و تفہیم کے لیے سیمینارز، مذاکرات اور کانفرنسیں منعقد کی جائیں (ان سے بنیادی مقصد باہمی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے)۔

اس فتویٰ پر تو اہل علم ہی مفصل تبصرہ کر سکتے ہیں۔ ہماری نظر میں تو خود ڈاکٹر محمد خالد مسعود ہی کی شخصیت اس کام کے لیے زیادہ موزوں ہے، کیونکہ فقہ اسلامی، قدیم و جدید پر ان کی دسترس ہے اور عبور و رسوخ بھی۔

ہم یہاں اختصار سے یہ ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ اب تک اسلام کے کلاسیکی لٹریچر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہود و نصاریٰ کو کفار سے نہیں اہل کتاب کے نام سے پکارا گیا ہے۔ مسلم دنیا میں مذہبی طور پر انہیں اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کی پوری پوری آزادی رہی ہے۔ قرآن نے کہا ہے کہ اگر قوموں کی باہمی کشمکش نہ ہوتی اور اللہ کی مشیت ''عالمی سٹیج'' سے ایک قوم کو ہٹا کر دوسری قوم کو نہ لاتی۔ ''تو (راہبوں) کے صوصعے اور (نصاریٰ کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں' جن میں خدا کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے' ویران ہو چکی ہوتیں۔'' (الحج: ۴۰)

ایسے ہی جب آنحضرت ﷺ نے نجران کے نصاری سے معاہدہ فرمایا تو اس میں واضح طور پر یہ کہا گیا: ''یہ معاہدہ ہے' جسے اللہ کے نبی محمد ﷺ نے نجران کے لوگوں سے طے کیا (لکھا ہے' یہ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے' جو اہل نجران کی زندگیوں' جائیدادوں' مذہب' کلیساؤں' پادریوں (خواہ وہ اس وقت) یہاں موجود ہوں' یا غائب' ان کی جائداد' تھوڑی ہو یا زیادہ (دیا گیا ہے)' کوئی پادری' (چرچ کا) کوئی ملازم' کوئی راہب (غرضیکہ) کسی کو (ہماری ریاست) جلاوطن نہیں کرے گی۔ ان لوگوں کو تنگ نہیں کیا جائے گا۔ کوئی لگان ادا نہیں کریں گے۔ (مسلم) فوج ان کی سرزمین کو پامال نہیں کرے گی' جو کوئی بھی اپنے حق کا مطالبہ کرے گا' ان کے درمیان نجران کی سرزمین میں عدل و انصاف کی بالادستی ہو گی۔ (ابو عبید: کتاب الاموال' ص ۱۸۸' ابو یوسف: کتاب الخراج' ص ۴۱)

اب سوال یہ ہے کہ جن اہل کتاب کی مذہبی آزادی اور عبادت گاہوں کی حرمت کا ذکر قرآن مجید اور سنت رسول (ﷺ) میں ہو اور وہ خدا' عمل صالح اور روز حساب پر ایمان رکھتے ہوں' انہیں آپ ''کفار'' کا نام کیسے دے سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید' حدیث پاک (بخاری اور مسلم) اور ہمارے علمائے سلف انہیں ''اہل کتاب'' ہی کہتے ہیں۔ نیز یہ کہنا کہ ان کی عبادت' اسلام نے منسوخ کر دی ہے۔ اسلام تو نام ہی بندگی اور اخلاص سے خدائے ذوالجلال کے سامنے جھک جانے کا ہے۔ ایک راست باز جماعت کی بندگی سے دوسرے گروہ کی بندگی کیوں کر منسوخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکتی ہے۔ آج کل بعض اہل علم' قرآن میں واردالاسلام کو اس معنی میں نہیں لے رہے جس کے لیے وہ قرآن کی بولی میں استعمال ہوا ہے اور جسے قدماءؔ نے صحیح سمجھا ہے۔ الاسلام کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی بھی پورے ایمان اور یقین سے اپنی فروتنی و انکساری کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کے سامنے اپنا سرنگوں کر دیتا ہے' وہ قرآن کی زبان میں "مسلم" ہے اور مومن۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاءؑ کرامؑ (مثلاً حضرت ابراہیمؑ' حضرت یعقوبؑ' حضرت یوسفؑ) نے اپنے آپ کو "مسلم" کہا ہے اور اللہ سے دعا مانگی ہے کہ خدایا! مجھے ایک مسلم اور فرماں بردار بندے کی حیثیت سے دنیا سے اٹھا۔ چنانچہ یہ کہنا کہ "اسلام نے اہل کتاب کی عبادت کو منسوخ کر دیا ہے" ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ اسلام نے اسلام کو منسوخ کر دیا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ تمام انبیاءؑ کا دین ایک ہے۔ البتہ اختلاف زمان کی وجہ سے شریعتیں متعدد۔ "ہم نے تم میں سے ہر ایک (جماعت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔" (المائدہ: ۴۸)

امام قشیری نے اپنی تفسیر "لطائف الاشارات" میں "ان الدین عند اللہ الاسلام" میں لکھتے ہیں: "الاسلام ھوالاخلاص والاستسلام وماسواہ فمردود' وطریق النجاہ علی صاحبہ مسدود"۔

یعنی اسلام (خدا کے سامنے) اخلاص اور جھک جانے (فرمانبرداری) کا نام ہے۔ اس کے علاوہ (ہر فعل) مسترد ہے اور ایسے آدمی پر (جو خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا) نجات کی راہ بند ہے۔"(۷)

ایسے ہی سورہ المائدہ میں آیا ہے: "جو لوگ (قرآن) پر ایمان لائے' وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں' جو یہودی اور صابئ اور نصاریٰ ہیں' کوئی ہو لیکن (اصل دین یہ ہے) کہ جو کوئی بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے گا اور اچھے کام کرے گا' تو اس کے لیے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہو گا اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔"

۷ لطائف الاشارات' (قاہرہ) ج ا' ص ۲۴۰ (تحقیق ابراہیم بسیونی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان آیات کریمہ کی تفسیر میں امام قشیری لکھتے ہیں: ''بین انھم وان تجنست احوالھم فبعد ما تجمعھم اصول التوحید' فلھم الامان من الوعید والفوز بالمزید''

''ہر چند کہ ان لوگوں کے احوال باہم ملتے جلتے ہیں' لیکن اس امر کے بعد کہ اصول توحید نے ان کو (جن کا ذکر اوپر آیت کریمہ میں آیا ہے) یک جا کر دیا ہے' اللہ نے بیان فرما دیا ہے کہ (ان لوگوں کے لیے) زجز و وعید سے سلامتی ہے۔ مستزاد یہ کہ کامیابی بھی۔(۸)''

یہاں صحیح البخاری' (کتاب الادب) کی ایک حدیث کا ذکر مناسب ہو گا جس میں حضرت ابو ھریرہ سے ایک روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے' ہم بھی ساتھ تھے' ایک اعرابی نے جو نماز میں شریک تھے' یہ کہا: ''خدایا! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور کسی پر نہیں۔'' آنحضرت ﷺ نے نماز کے بعد فرمایا: ''تم نے اللہ کی بے پایاں رحمت کو محدود کر دیا (لقد حجرت واسعًا (رحمه الله)۔''

بے شبہ آج ہم نے اس اعرابی کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کی بے پایاں رحمت کو چند انسانوں کے لیے محدود کر دیا ہے' اور اہل کتاب کو ''کافر اور جہنمی'' قرار دے رہے ہیں' اس موضوع پر لکھتے ہوئے ابوالکلام آزاد کہتے ہیں: ''احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسلمانوں نے بعض مشرکوں کو کہا تھا: ''انکم من اهل النار'' (تم جہنمی ہو)' اس پر یہ آیت ''تمہارا پروردگار تمہارے حال سے خوب واقف ہے' وہ چاہے تو تم پر رحم کرے' چاہے تو عذاب میں ڈالے' اور (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے تجھے ان لوگوں پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے (کہ تو ان کے ہدایت پانے یا نہ پانے کے لیے جواب دہ ہو۔) (بنی اسرائیل: ۵۴) نازل ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا کہ تعین کے ساتھ کسی انسان یا جماعت کو ایسا نہ کہیں کہ تم جہنمی ہو۔ کیوں کہ کوئی نہیں جانتا کس آدمی کا خاتمہ کسی حال پر ہونے والا ہے--- بے شبہ تم کہہ سکتے ہو کہ یہ بات

لطائف الاشارات' (قاہرہ) ج ۲' ص ۱۴۳ (تحقیق ابراہیم بسیونی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق ہے اور یہ حق نہیں ہے۔ لیکن کسی خاص جماعت یا فرد کی نسبت حکم نہیں لگا سکتے کہ یہ ضرور جہنمی ہے' ایسا کہنے کا کسی انسان کو حق نہیں۔" [9]

مولانا مرحوم نے ترجمان القرآن میں اہل کتاب کے بارے میں جو کچھ لکھا' وہی انھوں نے اس تالیف لطیف سے کئی سال پہلے لکھا تھا۔ [10]

اس موضوع پر تفسیر المنار میں شیخ محمد عبدہ نے تفصیل سے بحث کی ہے کہ "ان الذین کفروا" میں کفر سے کیا مراد ہے اور اہل کفر سے کون لوگ مراد ہیں۔ [11]

آخر میں ہم اختصار سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آج پوری دنیا ایک عالمی "خدائی کنبہ" بن گئی ہے' جس کی مادی اور روحانی خوش حالی کے لیے مختلف روایات' رجحانات اور خیالات رکھنے والے گروہ اور جماعتیں اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا کردار ادا کر رہی ہیں' ان کے ساتھ ساتھ ایسے گروہ بھی ہیں' جو نسل' زبان' قومیت کے غلط تصور کا شکار ہو کر دوسری جماعتوں کے لیے وبال جان بنے ہوئے ہیں اور خدا کے بندوں کا خون صرف اس لیے بہایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی جدا زبان اور جدا مذہب رکھتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ دنیا کی بڑی مذہبی جماعتیں اپنے ظاہری اختلافات کے باوجود عمومی طور پر ان بلند روحانی اور اخلاقی قدروں کو جیتا جاگتا دیکھنا چاہتی ہیں' جن کی تعلیم اللہ کے رسولوں' فلسفیوں اور دنیا کے عارفوں نے دی ہے۔ مسلم جماعت اپنے مذہبی اور ثقافتی تشخص کو باقی رکھتے ہوئے ان جماعتوں کے ساتھ مل کر ایک بار پھر اپنا تاریخی کردار ادا کر سکتی ہے اور اس کی موثر صورت یہ ہے کہ قرآن اور اسوۂ رسول ﷺ سے روشنی لے کر ہم پہلے اپنے طرز فکر اور طرز عمل کو بدلیں اور اپنے اپنے معاشروں میں انتہا پسندی' تشدد اور

---

9 ترجمان القرآن' ج ۲' ص ۳۵۹-۳۶۰' سورہ بنی اسرائیل' نوٹ نمبر ۱۲

10 الہلال' ۱۰ر ستمبر ۱۹۱۳ء' ص ۲۵' "قرآن کریم اور اصطلاح لفظ کفار' کفار سے مقصود کون لوگ ہیں۔"

11 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر المنار ج ۲' ص ۲۷۲' ج ۳' ص ۲۰-۲۱' (الکفر الاصطلاحی فی اصطلاح المتکلمین والفقہا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نفرت سے دور رہ کر دکھی انسانیت کی خدمت کریں۔ تاریخ نے ہمیں بتایا ہے کہ "مستقبل ان قوموں کے ہاتھ ہے، جو پاک دامن ہیں۔"

ہم موحد ہیں، ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں، اجزائے ایماں ہو گئیں

رشید احمد (جالندھری)

© rasailojaraid.com